© rasailojaraid.com



# مؤذنِ رسولؐ بلالؓ کا صحیح لہجہ اور تلفظ

مولوی حبیب ریحان ندوی لکچرار اسلامک انسٹی ٹیوٹ البیضاء (لیبیا)

(۲)

**سہل کے لغوی معنی** سہل کا لفظ اردو میں بھی تقریباً اپنے عربی معنی میں مستعمل ہے جس کے معنی آسان کے ہیں۔ عربی لغات کی رو سے سہل کے اصل معنی اس نرم یا نشیبی زمین کے ہیں جو سخت یا اونچی نہ ہو، مزید تفصیل ابن منظور کی زبان میں ملاحظہ ہو۔

السہل نقیض الحزن... ونھر سہل
السہل نقیض الحزن... ونھر سھل ذو
سھوله والسھوله ضد الحزونه...
السھل کل شیئ ای اللین وقلة الخشونه
.. وفی الدعاء سھل الله علیك الامر ولك ای
حمل مؤنته عنك وخفف علیك..
واسھل القوم ساروا فی السھل...
والتسھیل التیسیر وفی الحدیث
من کذب علیّ متعمدا فقد استھل مکانا
سھلا۔ من جھنم وھو افتعل من السھل
ولیس فی جھنم سھل[1]

سہل سخت کی ضد ہے... سہل دریا کے معنی ہیں سہولت والا۔۔ اور نرمی اور سختی و شدت کی کمی ..اور دعا کے کلمات میں ہے خدا تم پر اور تمہارے لئے معاملہ کو آسان کرے، یعنی اس کا بوجھ تم سے اٹھائے اور تم پر تخفیف کردے... اسہل القوم کے معنی ہیں لوگ نرم زمین میں چلے... تسہیل کے معنی آسانی.. حدیث پاک میں ہے جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بات کہی تو اس نے جہنم میں جگہ بنائی یہاں استھل کے معنی ہیں اس نے جہنم میں جگہ حاصل کرلی اور یہ باب افتعل سے ہے جس کے معنی ہیں آسان سمجھنا حالانکہ جہنم میں کوئی نرم جگہ نہیں ہے۔

ان تمام لغوی معانی کے پیش نظر مراد یہ ہے کہ اذان آسان طریقے پر پڑھنا اور انداز ہموار جائے لہجہ میں سختی [illegible] نہ ہو [illegible] آورد اور بناوٹ و تصنع نہ ہو

[1] لسان العرب مادہ سہل جلد ۱۳ صفحہ ۳۴۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سمح کے لغوی معنی: سمح کے لغوی معنی جود و سخا اور کرم کے بیان ہوئے ہیں، نیز ان اوصاف کا تقاضا یہ ہے کہ انسانوں کی غلطی معاف کی جائے۔ لغوی معنی معافی کے بھی آئے ہیں اسی سے مسامحت کا لفظ بنا ہے۔ کسی کی حاجت پوری کرنا اور اجازت دینا بھی اس کے معانی میں شامل ہے۔ نیز اطاعت اور انقیاد، سہولت اور آسانی بھی، مختصراً ابن منظور کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

السماح والسماحة الجود... وفی الحدیث اسمحوا العبد کما سماحہ الی عبادی... وسمح لی فلان ای اعطانی.. والمسامحة المساهلة... واسمح لی سهل له وفی الحدیث ان ابن عباس سئل عن رجل شرب لبنا محضا أیتوضأ قال اسمح یسمح لك وعلیك... اسمحت نفسه انقادت... وقولهم الحنیفیة السمحة لیس فیها ضیق ولا شدة... اسمحت الدابة بعد استعصاب لانت وانقادت... وعود سمح بین السماحة والسموحة لا عقدة فیها[1]

سماح اور سماحت کے معنی سخاوت کے ہیں... حدیث میں ہے "اسمحوا" جس کے معنی ہیں میرے بندے کو معاف کر جس طرح وہ میرے بندوں کو معاف کرتا ہے... اسمح کے معنی عطا کرنے کے بھی ہیں۔ مسامحت آسانی... اسمح کے معنی ہیں آسانی کرو حدیث میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا ایک شخص کے متعلق جس نے خالص دودھ پیا کیا وہ وضو کرے؟ انھوں نے کہا آسانی کرو تم پر آسانی کی جائے گی... اسمحت نفسہ کے معنی ہیں اس کا نفس مطیع ہو گیا... (اسلام سے متعلق) یہ قول کہ وہ حنفیۃ السمحہ ہے، یعنی اس میں سہولت و آسانی ہے کسی قسم کی تنگی اور سختی نہیں... اسمحت الدابۃ جانور سختی کے بعد نرم اور مطیع ہو گیا... عود سمح کے معنی ہیں وہ سارنگی جو آسان اور نرم ہو جس میں تعقید اور الجھن نہ ہو۔

طرب کے لغوی معنی: الطرب الفرح والحزن.. وقیل خفة تعتری عند شدة الفرح والحزن والهم... وقیل حلول الفرح وذهاب

طرب کے معنی خوشی یا غمی کے ہیں... ایسی حالت جو مسرت، غم یا پریشانیوں کی شدت میں ہو جاتی ہے... خوشی کی آمد اور غم کا زوال... ثعلب نے کہا کہ

[1] لسان العرب مادہ سمح، جلد ۳۔ صفحہ ۳۱۹۔۳۲۰



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



الحزن... وقال ثعلب الطرب عندی هو الحركة... والطرب الشوق... واستطرب طلب الطرب واللهو... وطرب تغنى ويقال طرب فلان فی غنائه تطريبا اذا رجّع صوته وزينه... والتطريب فی الصوت مدّه وتحسينه... وطرب فی قراءته مدّ ورجّع۔[1]

طرب کے معنی حرکت کے ہیں... طرب بمعنی شوق۔ استطرب یعنی اس نے طرب طلب کیا... طرب کے معنی گایا۔ اس نے گانے میں تطریب کی یعنی اپنی آواز کو حلق میں سے نکالا اور مزین بنالیا... آواز میں تطریب کا مطلب یہ ہے کہ آواز کو بڑھایا اور اچھا کیا... قرأت میں طرب کیا یعنی آواز کو بڑھایا اور حلق میں گھما کر دہرایا۔

لغوی معنی کے پیش نظر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حدیث پاک میں آواز کی محض تحسین وتجمیل اور بلندی وخوبصورتی کی ممانعت نہیں کی گئی ہے کہ اس کو دوسری جگہوں پر استحسان کی نظر سے دیکھا گیا ہے بلکہ یہاں طرب سے مراد وہ معنی ہیں جن سے آواز کو حلق میں گھما کر ضرورت سے زیادہ گھٹایا بڑھا اور کھینچ کر ادا کیا جائے گا۔ گانے کے طرز پر نت نئے سُر نکالے جائیں اور اس میں گانے کا رنگ اور جھومنے اور حرکت کرنے کا انداز پیدا ہو جائے۔

**لحن والی اذان مکروہ ہے** لحن والی اذان کے جائز و ناجائز ہونے والے اقوال نقل کرنے کے تقریباً تیرہ صفحات کے بعد ابن قدامہ اپنا فیصلہ اس طرح سناتے ہیں کہ یہ ایک شرط کے ساتھ مکروہ ہے۔

ویکره اللحن فی الاذان فانه ربما غیر المعنی فان من قال اشهد ان محمدا رسول الله ونصب لام رسول اخرجه عن كونه خبرا... فاما اذا كان الثغ لثغة لا تتفاحش جاز اذانه فقد روى ان بلالا كان يقول اسهد يجعل الشين سينا وان سلم من ذلك كان اكمل واحسن۔[2]

اور اذان میں لحن مکروہ ہے کیونکہ وہ ممکن ہے کہ معنی ہی کو بدل دے پس جس نے اشہد ان محمد رسول اللہ میں رسول کے لام پر زبر لگایا گویا اس نے اس کو خبر سے نکال دیا... لیکن اگر اس میں غیر فاحش (بہت بھی واضح نہیں) الثغ (لحن) ہو تو جائز ہے کیونکہ حضرت بلالؓ سے متعلق روایت ہے کہ وہ اسہد کہتے تھے شین کو سین بنا دیتے تھے

[1] لسان العرب مادہ طرب جلد ۲ ص ۳۴۷-۳۴۸۔
[2] المغنی جلد ۱: ۴۲۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



لیکن اگر اس سے محفوظ رہے تو احسن و اکمل ہے۔

لحن کے لغوی معنی: نغم، سہل، تشخ اور طرب کے لغوی معنی بیان کیے جا چکے ہیں جن سے معنی کی وضاحت بڑی حد تک ہو چکی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "لحن" کے لغوی معنی بھی مختصراً بیان کر دوں، لحن کی تفصیل تاج العروس اور لسان العرب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ابن منظور نے اس کے معانی بڑی تقطیع کے پانچ صفحات میں بیان کیے ہیں، راقم اختصار کی غرض سے لسان العرب سے اردو میں خلاصہ پیش کرتا ہے لحن کے چھ معانی بیان ہوئے ہیں ۱۔ عراب، یعنی قواعد گرامر میں غلطی۔ ۲۔ عربی زبان میں غلطی۔ ۳۔ گانا۔ ۴۔ سمجھ اور عقل۔ ۵۔ صراحت کے بجائے اشارۃً بات کرنا۔ ۶۔ مفہوم و معانی۔۔۔۔

لحن فی قرائتہ، گا کر مطربانہ انداز سے پڑھنا۔ حدیث میں ہے "اقرؤا القرآن بلحون العرب" اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن عربوں کے طریقوں پر پڑھو، اور "لحن فی کلامہ" کے معنی ہیں اس نے اپنے کلام میں غلطی کی۔ ابن اثیر نے کہا ہے "اللحن المیل عن جھة الاستقامة یقال لحن فلان فی کلامہ اذا مال عن صحیح المنطق" لحن کے معنی ہیں استقامت والی راہ سے ہٹ جانا۔ کہا جاتا ہے فلاں نے اپنے کلام میں لحن کیا یعنی صحیح لہجہ سے ہٹ گیا۔ روایت ہے کہ "ان القرآن نزل بلحن القریش" اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے "تعلموا الفرائض والسنة واللحن" فرائض، سنت اور لحن سیکھو، یہاں لحن سے مراد بعض حضرات کا خیال ہے کہ زبان، یعنی عربی زبان اچھی طرح سیکھو کہ اس کے بغیر قرآن و سنت نہیں سمجھ سکتے، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت عمرؓ کا مقصد یہ ہے کہ لحن یعنی خطا اور غلطی کو بھی سیکھو اور پڑھو تاکہ اس غلطی سے احتراز و اجتناب کر سکو۔ قرآن میں جو لحن القول وارد ہے اس کے معنی کلام کا مفہوم و معانی و محتویات ہیں، اور لحن الذی ھو الغناء و ترجیع الصوت والتطریب" جس لحن کے معنی غنا کے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ آواز کو مطربانہ انداز سے اتار چڑھا کر اور حلق میں پھنسا کر ادا کیا جائے "وقد لحن فی قرأتہ" کے معنی ہیں اس نے اپنی قرأت میں مطربانہ انداز اختیار کیا۔ [۱]

---

[۱] مختصراً ماخوذ از لسان العرب مادہ لحن جلد ۱۳ صفحہ ۲۶۳ - ۲۶۷)



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اس لغوی تفصیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہاں سے مراد اعراب کی غلطی بھی ہو سکتی ہے کیوں کہ اس کے بعد الفتح کا تذکرہ کیا ہے، اور اس سے مراد مطربانہ اور مغنیانہ انداز بھی ہو سکتا ہے کہ ابن قدامہ نے اس سے پہلے مطرب موذن کا قصہ بیان کیا تھا، لیکن اتنی بات تو بہرحال متفق علیہ ہے کہ حضرت بلال مطربانہ و مغنیانہ انداز سے اذان نہیں دیتے تھے۔

**ابن قدامہ کے استدلال پر جرح** ابن قدامہ کی اس روایت کی کچھ تفصیل خود ابن قدامہ کی عبارت کے تحت السطور میں پائی جاتی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے استدلال صحیح نہیں ہے اور کچھ مزید تفصیل راقم نمبروار کرے گا۔

**۱۔ عبارت میں جزم و وثوق نہیں** سب سے پہلی بات تو یہ کہ ابن قدامہ نے جزم و وثوق کے ساتھ یہ بات نہیں لکھی ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

**۲۔ روایت کی سند یا حوالہ موجود نہیں** دوسری بات یہ کہ روایت کس سے سنی؟ اور اس کی سند کیا ہے، اور اس کا درجہ کیا ہے یہ بھی ابن قدامہ نے نہیں بتایا۔

**۳۔ مطربانہ انداز پر اذان کی ممانعت** پہلی عبارت میں جو یہ لکھا ہے کہ ایک موذن مطربانہ انداز میں اذان دے رہے تھے اذان کو حضورؐ نے منع فرمایا، اس سے تین باتیں واضح ہوتی ہیں پہلی بات تو یہ کہ اس روایت کو انھوں نے دارقطنی کے حوالے اور ابن عباس کی روایت و سند کے حوالے سے بیان کیا ہے اور دوسری روایت کو سند سے بھی نہیں بیان کیا اور نہ کسی صحابی یا تابعی کا نام لیا اور نہ کسی کتاب ہی کا حوالہ دیا، دوسری بات یہ کہ آواز میں طرب پیدا کرنے سے جب ممانعت آپ نے فرمائی تو پھر لحن اور تلفظ کے بدلنے پر آپ ضرور ممانعت فرماتے یا کسی دوسرے شخص سے یہ خدمت انجام لیتے جس کا تلفظ اور عربی لہجہ ٹھیک ہوتا، تیسری بات یہ کہ صحابہ و تابعین اور ائمہ حدیث نے جب ایک موذن کی مطربانہ اذان کا تذکرہ بھی ضروری سمجھا ہے تو پھر بلالؓ کی اذان تو برسہا برس تک جاری رہی اور حضور انورؐ اور صحابۂ کرام رضؓ نے اسے سنا، اس پر نہ حضورؐ نے کوئی ہدایت جاری کی اور نہ کم از کم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس قصہ کو نقل کیا اور نہ کتب حدیث نے اس واقعہ کی طرف مطلق اشارہ کیا۔

**۴۔ لحن سے مراد اذان اکمل و اتم و احسن ہے** دوسری روایت کا آخری جملہ یہ ہے کہ تھوڑا سا لحن کرو



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جاتا ہے لیکن اگر مؤذن اس سے محفوظ رہے تو یہ سلامتی، کمال اور درجۂ احسن ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امت کے تمام مؤذنین پر حضرت بلالؓ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان کی اتباع ضروری ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ کے وہ اعمال جن پر حضور رسالتمآبؐ یا کسی دوسرے صحابیؓ کی طرف سے اعتراض جرح یا اجتہادی مخالفت نہیں پائی جاتی ہو وہ حضورؐ کے زمانہ میں اگر ہوا ہے تو سنت ہے، کیوں کہ حضورؐ کا سکوت بھی سنت ہے - اور رضامندی کی علامت ہے، اور اگر صحابہ کے زمانہ میں ہوا ہے تو اجماعِ سکوتی کی وجہ سے وہ بھی سنت ہے۔ اب ابن قدامہ کو بغیر لحن اور بغیر شین کو سین سے تبدیل کیے ہوئے جو اذان دی جائے وہ زیادہ مستحسن، اسلم اور اکمل نظر آتی ہے، اور یہ صحیح بھی ہے لیکن اسلام کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا مؤذن حضور انورؐ اور صحابہ کرام کے سامنے ہمیشہ ایسی اذان دیتا رہا جس میں لحن کی آمیزش ہو اور ایک بار بھی آپ نے یا کسی نے اس کو مستحسن، اسلم اور اکمل طریقۂ اذان کی تعلیم یا کم از کم ترغیب نہیں دی۔ شرعی وعقلی دونوں حیثیتوں سے یہ صورتِ حال قابلِ تسلیم نہیں کیونکہ حضورؐ سے زیادہ اسلم و اکمل طریقہ پر کوئی نماز نہیں پڑھا سکتا تھا اس لئے آپ امام تھے اور آپ نے ایسے شخص کا انتخاب اذان کے لئے کیا تھا جو اس کو مستحسن اور اسلم و اکمل طریقہ پر ادا کر سکے۔ ورنہ امت کی تعلیم و اتباع کے لئے پہلا موذن ہی اگر لحن کے ساتھ اذان دینا شروع کرے گا تو پھر آخری موذن کی کیا حالت ہو جائے گی؟ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ حضورؐ نے عبداللہ بن زیدؓ کو جب انھوں نے اذان والا خواب بیان فرمایا تو حکم دیا کہ الفاظِ اذان بلال کو تلقین کراؤ کہ ان کی آواز اچھی ہے، پھر حضرت بلالؓ نے اذان دی۔ اگر خدانخواستہ آپ کی اذان میں لحن ہوتا تو پھر آخر عمر تک حضور رسالتمآبؐ آپ کو اذان کی خدمت پر مامور نہیں کرتے اور آپ کی اذان کو پسند نہ فرماتے، محمد بن سعدؒ نے حضورؐ کے تین مؤذنوں کے

---

لہ محمد ابن سعد بن منیع ۱۶۸ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے، بغداد جا کر اپنے استاد واقدی کے کاتب اور کاتب الواقدی کے نام سے مشہور ہوئے، کوفہ اور مدینہ طیبہ بھی گئے، سفر و حضر میں شیوخ سے ملاقات اور کتابت حدیث و جمع کتب ان کا مشغلہ تھا اپنے زمانہ کے شیوخ و علماء سے باہم ربط تھا، اپنے وقت کے امام المحدثین امام احمد بن حنبل سے اچھے تعلقات تھے، امام احمد واقدی کی کتابوں کے اوراق ہر ہفتہ ابن سعد سے منگا کر مطالعہ کرتے تھے اور دوسرے ہفتہ واپس بھیج کر دوسرے اوراق منگاتے تھے۔ ان کے استاد واقدی پر (باقی صفحہ پر)



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نام لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ بلال ہمیشہ ہی اذان دیتے تھے لیکن اذا غاب بلال اذان ابومحذورہ واذا غاب ابومحذورہ یعنی جب بلال غائب ہوتے تھے تو ابو محذورہ اذان دیتے تھے اور جب ابو محذورہ غائب ہوتے تھے تو

---

مضمون کے حاشیہ کا بقایا: اگرچہ تراجم کی کتابوں میں اکثر محدثین نے جرح کی ہے اور ضعیف بتایا ہے اگرچہ بعض نے ان کو ثقہ بھی کہا ہے جس کی تفصیل و تحقیق کا یہ موقع نہیں ہے لیکن ابن سعد کی توثیق و تعدیل خطیب، ابن حجر اور سخاوی سب ہی نے کی ہے ابن سعد نے طبقات میں واقدی کے علاوہ دوسرے شیوخ کی روایات کو بھی جمع کیا ہے طبقات میں ابن سعد نے سیرتِ رسولؐ کے بعد مدینہ میں فتویٰ دینے والے اصحابؓ کی فہرست دی ہے پھر صحابہ و تابعین کے تراجم بیان کیے ہیں اور آخری جزو کو خواتین کے لئے مخصوص کیا ہے، ابن سعد کی وفات صحیح روایات کی رو سے ۲۳۰ھ میں ہوئی ہے ۔ سلہ حضورؐ کے موذنین کی مختصر تفصیل ایک دوسرے مضمون میں پیش کی جائے گی جس سے پتہ چلتا ہے کہ بلالؓ اور ابن مکتوم اکثر و بیشتر ایک ساتھ ہی اذان دیتے تھے یعنی ایک اذان تو دوسرا اقامت یا ایک سحری کے لئے اذان تو دوسرا فجر کی نماز کے لئے اذان ۔ سلہ حضرت ابومحذورہؓ کا نام اوس بن معیر بن لوذان یا دوسرے قول کے مطابق سمرہ بن عمیر بن لوذان ہے، فتح مکہ کے دن اسلام لائے ۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق فتح مکہ ہی کے دن حضورؐ سے اجازت مانگی کہ میں آپ کے لئے اذان دوں، حضورؐ نے فرمایا ہاں اذان دو پھر وہ بلالؓ کے ساتھ اذان دینے لگے، پھر جب حضورؐ مدینہ واپس تشریف لے آئے تو مکہ میں ابومحذورہؓ کو اذان دینے پر مامور کیا اور انھوں نے مدینہ ہجرت نہیں کی اور مکہ میں اذان ۔ ان کی نسل میں امام شافعی کے زمانہ میں بھی تھی کتانی نے تہذیب النووی کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ حضورؐ نے ان کو اذان کا حکم حنین سے واپسی پر دیا تھا، وفات مکہ میں ۵۹ھ میں ہوئی ۔ سلہ نام کے بارے میں اختلاف ہے، اہل مدینہ عبداللہ اور اہل عراق عمرو کہتے ہیں، نسب متفق علیہ ہے، ابن قیس بن زائدہ بن الاصم بن رواحہ، ماں کا نام عاتکہ ام مکتوم بنت عبداللہ، آپ نابینا تھے، اوائل عہد میں مکہ میں اسلام لائے، غزوہ بدر کے بعد ہجرت کی، ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضورؐ سے پہلے ہی ہجرت کی، مدینہ میں بلالؓ کے ساتھ حضورؐ کے لئے اذان دیتے تھے اور حضورؐ عام غزوات میں ان کو مدینہ میں اپنا نائب بنا کر جاتے تھے اور وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے آپ ہی نے جماعت سے نماز نہ ادا کرنے کی رخصت طلب کی تھی لیکن حضورؐ نے [illegible] آپ انہیں اس فضیلت [illegible] سمجھنا چاہیے [illegible] (صفحہ ۵۸ پر)



© rasailojaraid.com

اذن عمرو بن اُم مکتوم ۵ عمرو بن مکتوم اذان دیتے تھے ۔

حضرت بلال کی اذان

۵۔ حضرت عمر کے زمانہ میں حضرت بلالؓ نے حضور انورؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا تھا کہ اگر آپ نے مجھے اللہ کے لئے آزاد کیا تھا تو آپ سے یہ مطالبہ کروں گا کہ حضورؐ کے بعد اب میں اذان نہیں دوں گا، حضرت ابوبکرؓ نے ان کا یہ مطالبہ منظور کر لیا تھا۔[1] حضرت عمرؓ نے ایک بار آپ سے اذان دینے کی خواہش ظاہر کی آپ نے جس وقت اذان دی تو سارے لوگ آبدیدہ تھے اور سب کو حضورؐ کا زمانہ یاد آگیا تھا۔ خود حضرت عمرؓ سب سے زیادہ آبدیدہ تھے، یہ اذان ملک شام میں دی گئی تھی۔[2]

بہرحال استدلال یہاں یہ کرنا ہے کہ حضورؐ کی وفات کے ایک مدت بعد جب حضرت بلالؓ نے اذان دی تو یہ ایک خاص اور اہم واقعہ تھا جس کو مورخین نے بیان کیا ہے، اس اذان کو سننے والے بھی متعدد صحابی اور تابعی تھے لیکن کسی روایت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ آپ نے اذان میں (اشہد) کی جگہ پر (اسہد) سین سے کہا ہو۔ اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا تو حدیث و تاریخ کی کتابوں میں ضرور پایا جاتا۔[3]

---

(صفحہ ۴ کے حاشیہ کا بقایا) چاہتے تھے "عبس وتولی" والی آیت انہیں کے سلسلے میں نازل ہوئی، اسی طرح آیت "لا یستوی القاعدون" جب نازل ہوئی تو ابن مکتوم نے کہا یارب تو نے مجھے آزمائش میں ڈالا ہے، میرے لئے کوئی عذر ہے تو آیت نازل ہوئی "غیر اولی الضرر" قادسیہ کے دن زرہ پہن کر اترے تھے اور عَلَم اٹھائے ہوئے تھے، مدینہ میں انتقال ہوا۔ ۱ طبقات ابن سعد مطبوعہ دار بیروت للطباعہ والنشر، ۳ - ۲۳۴ ۲ ایضاً ۳ - ۲۳۷ ۔ ۳ طبری ۱۔ فقرہ ۲۵۲۵، منقول از مطبوعہ دار المعارف مصر جلد ۴ - ۶۶، و تاریخ الکامل لابن الاثیر دار صادر للطباعہ والنشر ۲ - ۵۶۲، طبری کے الفاظ ملاحظہ ہوں، طاعون عمواس کے بعد جب آپ شام آگئے تھے ان واقعات کو درج کرنے کے بعد "وحضرت الصلاۃ فقال الناس لو امرت بلالا فاذن، فامرہ فاذن فما بقی احد ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بلال یؤذن لہ الا بکی حتی بل لحیتہ وعمر اشدہم بکاء وبکی من لم یدرکہ ببکائہم ولذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم" ۳ علاوہ ازیں یہ ایک مسلم الثبوت تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت فاروقؓ زبان کی غلطی کو بے حد سخت ناپسند فرماتے تھے اور کبھی برداشت نہیں کرتے تھے بلکہ فوراً منع فرما دیتے تھے اس سلسلے کے کئی واقعات کتب تاریخ میں موجود ہیں مثال کے طور پر صرف ایک واقعہ نقل کرتا ہوں "ترجمہ: [illegible] حضرت عمر [illegible] شخص نے کہا ۱۲ سیئت

© rasailojaraid.com



۶۔ چھٹی ساتویں صدی کے فقیہ کا قول حدیث کی عدم موجودگی میں حجت نہیں | جیسا کہ بیان بھی کیا جا چکا ہے کہ عصر تدوین حدیث کے بعد کوئی ایسی بات جس کا تعلق حضور اکرؐ یا دین کے تعبدی احکام اور شرعی اوامر سے ہو اگر حدیث کی کتابوں میں نہ پائی جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ صحیح حدیث نہیں ہے۔ ۷۔ ابن قدامہ کی پیدائش ۵۴۱ھ اور وفات ۶۲۰ھ میں ہوئی ہے، اس لئے اس سے قبل کی کتب حدیث میں اس کا پایا جانا ضروری ہے۔

۸۔ بلکہ اس کے برعکس حفاظ حدیث نے نہ اسے بیان کیا اور جس کسی نے بھی بیان کیا اس کی تردید کی اور اسے موضوعات کی فہرست میں داخل کیا، اس لئے اس کے موضوع ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ۹۔ ابن قدامہ نے تحقیقی طور پر نہیں بلکہ سنی سنائی بات پر یقین کرتے ہوئے بلا دلیل و سند اور بلا حوالہ یہ بات درج کی ہے جو یقیناً علمی طریقہ استدلال اور محدثین کے عظیم اصولوں پر پوری نہیں اترتی۔

۱۰۔ امام احمد بن حنبل نے یہ روایت بیان نہیں کی | ابن قدامہ حنبلی ہیں اور انھوں نے مختصر ابی القاسم عمر بن حسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی کی شرح المغنی کے نام سے کی ہے۔ خود حنبلی مذہب کے امام اور اپنے وقت کے امام المحدثین احمد بن حنبلؒ کی طویل و عریض مسند موجود ہے جس میں اصطلاح محدثین کے مطابق ہر قسم کی حدیثیں موجود ہیں لیکن اس میں بھی یہ حدیث یا واقعہ نہیں پایا جاتا۔

۱۱۔ حضرت بلال کی اچھی آواز | یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ حضرت بلال رضؓ کی فصیح الکلامی اور اچھی آواز ہی کی وجہ سے حضورؐ نے عبداللہ بن زیدؓ کو حکم دیا تھا کہ بلال کو اذان کی تلقین کرو۔ ابن قدامہ نے بھی اس روایت کو اثرم ابوداؤد ترمذی کے حوالے سے نقل کیا ہے، اور ترمذی کا قول نقل کیا ہے کہ ھذا حدیث حسن صحیح فانہ اندی صوتاً منک[1] یقیناً اچھی آواز سے مراد صرف طرب و غناء نہیں ہو سکتا کہ اس کی ممانعت حضورؐ نے خود کی ہے اس سے مراد یہی ہے کہ فصیح

---

وغیرہ دیکھا شیبا کا تھا یا) برداشت نہ کر سکے اور فرمایا زبان کی غلطی نشانہ کی غلطی سے زیادہ بری بات ہے "سوء اللحن اسوء من سوء الرمی" (ابن سعد ۳-۲۱۸) اس واقعہ کی روشنی میں یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت دراز تک حضرت بلالؓ کی غلط تلفظ میں (اذا کہ ۔۔۔ اذان سنتے رہتے اور اس کو منع نہ کرتے اور نہ حضورؐ سے اس سلسلے میں کوئی استفسار کرتے بلکہ اس کے برعکس ان کو اپنا سردار کہتے (ابن سعد ۳-۲۳۲) اور ان سے ایک بار اذان دینے کی خواہش کرتے یقیناً بلالؓ کی اذان [illegible] حسین جمیل اور [illegible] صحیح تھی اور حضور صحابہؓ کی مجبوب و دل پسند اذان تھی اور ہر عیب، غلطی، تکلف اور لحن سے پاک تھی اور بری نا انصافی کی اس سے انصاف نہ جس نے [illegible] بات صحیح کی دیری مراد واضح حدیث سے ہے وہ قول ابن قدامہ سے جس کو وہ بہت بڑے عالم اور مومن کامل تھے

[1] المغنی ۱ - ۳۰۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



زبان بند آواز اور صحیح تلفظ و نطق ۔ ابن قدامہ کا اس روایت کو بحوالہ و سند بیان کرنا بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے نطق مبارک میں لحن نہیں تھا۔

۱۲۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان میں لفظ اشہد کی تصریح یہ سب تو بہرحال قوی دلائل ہیں لیکن واضح ترین دلیل محمد بن سعد کا وہ قول ہے جو انہوں نے سند کے ساتھ محمد بن حارث التیمی سے، انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا ہے جس کی روشنی میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی، ملاحظہ ہو۔

| | |
|---|---|
| لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن بلال ورسول اللہ لم یقبر، فکان اذا قال اشھد ان محمدا رسول اللہ، انتحب الناس فی المسجد (۱) | جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس وقت اذان دی کہ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن نہیں کیا گیا تھا پس جب انہوں نے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو لوگ مسجد میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے |

دیکھئے اس روایت میں ابن سعد نے وضاحت و صراحت کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لفظ اشہد، شین کے ساتھ ادا کرنے کی خبر دی ہے جس کے بعد اس قصہ کے من گھڑت ہونے میں کسی شبہ کی مطلق گنجائش نہیں ۔ ۱۳۔ وضاعین حدیث اپنا یہ کمال سمجھتے ہیں کہ بات کسی ایسی بنیاد پر قائم کی جائے جو بظاہر عقلی طور پر سمجھ میں آسکتی ہو، زیر بحث مسئلہ میں بھی ایک عام فہم شخص یہ تصور کر سکتا ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشی تھے تو ان سے یہ لحن یا غلطی متوقع و ممکن ہے اور نا ممکن الوقوع بہرحال نہیں ہے ۔ لیکن پہلی بات تو یہ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے برسوں عربوں میں رہ کر عربی سیکھی تھی، پھر تربیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کامل بنا دیا تھا، لیکن تمام وضاعین حدیث کو محدثین کرام کا یہ کمال معلوم نہیں ہو تا کہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک لفظ کی تحقیق و تدقیق کرتے ہیں اور آپ کی مجلس میں واقع ہونے والے ایک قول و فعل امر نہی اور اقرار (یعنی کسی کام پر سکوت) تک کی صحت کو جانچنے اور پرکھنے کے لئے ایسے ایسے علمی طریقے اختیار کرتے ہیں اور اس طرح مستعدی اور کمربستہ رہتے ہیں کہ علوم انسانی کی تاریخ میں اس کی نظیر نہ صرف یہ کہ ملنی مستحیل ہے بلکہ اس کو تلاش کرنا بھی ضیاع وقت ہے ۔ لیکن عقلی طور پر بھی واضع حدیث نے یہ نہ سوچا کہ عقلی و شرعی طور پر یہ کیسے صحیح ہو سکتا تھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر اذان کو جو ایک شرعی و تعبدی حکم ہے اور شعائر اسلام

---

(۱) ۔ طبقات ابن سعد ۳: ۲۳۶



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں سے ہے، غلط انداز اور لحن کے ساتھ سنتے رہتے، نہ کبھی اس پر تنبیہ فرماتے اور نہ اس موذن ہی کو اس کام سے برخاست فرماتے ۔۔۔ پھر ایک ایسی چیز بھی موجود ہے جس کا مشاہدہ تاریخ اسلام و انسانیت چودہ سو برس سے کر رہی ہے، وہ یہ کہ لاکھوں کروڑوں غیر عرب افراد اسلام میں داخل ہوئے جنہیں فیض صحبت نبویؐ بھی نصیب نہیں ہوا، پھر بھی وہ عربی زبان میں طاق ہوئے، اس کے صحیح تلفظ کو انہوں نے ادا کیا، سینکڑوں ائمۂ فقہ و حدیث اور اہل علم عجم سے تعلق رکھتے تھے لیکن عربی سیکھنے کے بعد انہوں نے عربوں کی طرح ہر علم و فن میں ترقی کی، ہزاروں لاکھوں عجمی آج بھی صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن پاک حفظ کرتے ہیں، عالم اسلامی کی لاکھوں مسجدوں میں صحیح تلفظ کے ساتھ اذانیں دی جاتی ہیں۔ یہ مشاہدہ ہے کہ حبشی، سوڈانی اور دیگر سیاہ فام نسلیں جب عربی سیکھ لیتی ہیں تو ان کا تلفظ صحیح ہو جاتا ہے۔ یہ مشاہدہ بھی موجود ہے کہ ہندوستان کا ایک باشندہ، لیبیا جیسی خالص عربی ریاست میں تفسیر و حدیث اور علوم شرعیہ و فقہ پڑھاتا ہے اور بحمد اللہ صحیح تلفظ ادا کرنے پر قادر ہے۔ ان مشاہدات، تاریخی حقائق اور تجربات کی روشنی میں یہ کیسے ممکن ہے کہ سیدنا بلالؓ شین کا صحیح تلفظ ادا کرنے کے قابل نہ ہوں۔

۱۴۔ ان جملہ دلائل کی موجودگی میں یہ بات صحیح نہیں کہ نعوذ باللہ حضرت بلالؓ اشھد کی جگہ اسھد کا لفظ کہتے ہوں۔ باقی فقہی مسئلہ اپنی جگہ پر درست ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر نہیں بلکہ مجبوری سے کوئی ایسا لحن کرے جو فاحش نہ ہو اور اس سے معانی میں تبدیلی پیدا نہ ہو تو وہ اذان جائز ہو گی لیکن صحیح اور ضروری یہی ہے کہ منصب اذان کے لئے ایسے شخص کا انتخاب کیا جائے جو صحیح تلفظ ادا کر سکتا ہو۔ ہر مسلمان پر ابتدائی عربی تعلیم واجب ہے۔ بلکہ ہر مسلمان پر اتنی عربی سیکھنی ضروری ہے جس سے وہ صحیح تلفظ ادا کر سکے اور کم از کم قرآن پاک کی وہ سورتیں جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں ان کو مفہوم و معنی کے ساتھ سمجھ سکے اور لحن سے مبرا ہو کر پڑھ سکے اور اذان دے سکے، موجودہ تعلیمی مشاغل میں عربی کی اس ضرورت کو کس طرح پورا کیا جائے؟ اس سلسلہ میں راقم نے ایک آسان عملی تجویز ہفتہ وار صدق جدید لکھنؤ میں پیش کی ہے۔

---



© rasailojaraid.com